پاکستان کے استحکام کی بنیاد قرآن وسنت کے نفاذ میں مضمر ہے

پروفیسر ڈاکٹر عابدہ پروین
شیخ زاید سینٹر کراچی یونیورسٹی

علیحدہ مملکت، ایک آزاد ریاست ہر قوم کی خواہش ہوتی ہے تاکہ متعدد قومی ضرورتوں کی تکمیل کو ممکن بنایا جاسکے جنکی تکمیل قومی حکومت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اجنبی حکومت کے ماتحت کوئی قوم "شہری حقوق" کی نعمتوں سے کتنی ہی خیال وعمل اور گفتار وکردار کی کتنی ہی آزادی نصیب ہو، پھر بھی وہ اپنے قومی نصب العین کے تمام اجزاء کو اس وقت تک مکمل نہیں کرسکتی جب تک خود اس کے ہاتھ میں حکومت خود اختیاری عنان ہو اور وہ خود اپنی فکر وفہم اور اعتقاد وایمان کے مطابق اپنے عمل کو بجالانے میں کامل آزاد نہ ہو۔1

برصغیر میں علیحدہ اسلامی مملکت کا قیام دراصل انہی قومی ضرورتوں کی تکمیل اور قوانین کا اجراء کرنا تھا جس کا ایک مخلوط معاشرے میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی، نہایت ضروری امر تھا۔ اسلام میں دین اور ملک دونوں کو توام فرمایا گیا ہے یعنی مسلمانوں کو اگر حکومت حاصل ہے تو وہ اپنے دین پر قائم رہ کر تمام قوانین کا اجراء کرسکتے ہیں۔2 قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

الذین اِن مکنهم فی الارض اقاموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر ولله عاقبة الامور٥(٣)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انکو ملک میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

نظام صلوٰۃ کا قیام ایک مخصوص نوعیت کے ماحول اور معاشرے کے ایک خاص کردار کی تشکیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی فراہمی اور اس کی تقسیم کا کام بھی ایک مخصوص طرز کا معاشی نظام

ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ اس نظام میں مساکین، مقروض اور اہل حاجت کی دست گیری کا تصور موجود ہے۔ نیکی کا حکم دینے کے لئے ایک ایسے نظام قانون کی ضرورت ہے 4 جو نیکیوں کی اجازت کے ساتھ ساتھ ان کی پرورش کی ہمت افزائی اور تحفظ کا ماحول بھی فراہم کرے تا کہ اس معاشرے میں نیکی کرنا سب سے آسان کام ہو۔ اسی طرح بدی سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ پورے معاشرے کی ظاہری اور داخلی فضاء کو اسطرح سنوارا جائے کہ اس میں بدی کی پرورش کے تمام راستے بند ہو جائیں اور پورے معاشرے میں صالحیت اور پاکیزگی بتدریج چھا جائے کہ نیتوں کا فتور تک اصلاح پزیر ہو جائے۔ 5

برصغیر کی تقسیم سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں میں کسی چیز کی بندش نہیں تھی وہ آزادی کے ساتھ فرض اور مستحسن عبادات کی ادائیگی کر سکتے تھے۔ تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اسلامی مدارس پر حکومت کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ قربانی کی کہیں مخالفت نہیں تھی، تعلیم گاہوں میں عربی، فارسی اور اردو کے پڑھنے پڑھانے کو ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ یہ سب آزادیاں ہندوستان کے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اٹھا رہے تھے۔ 6 ان تمام دینوی اور دنیوی سہولیات کے باوجود حدود اللہ کا نفاذ اس مخلوط معاشرے میں ممکن نہیں تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قانون کی طاقت نہیں تھی اور حکومت میں ان کا عمل دخل نہیں تھا۔ 7 ریاست کے قیام میں مسلمانوں کا نصب العین لادینی ریاست کے لیے جدوجہد سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ ہندو آزادی کے اس لیے خواہاں تھے کہ ہندوستان ہندوستانیوں (ہندوؤں) کو ملنا چاہیے۔ حکومت اکثریت کا حق ہے لیکن مسلمان اعلی مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں تھے تا کہ ان کے پاس انسانی زندگی کے لیے جو دستور العمل ہے اس کا نفاذ ہو جائے۔ مسلمان وطنیت کے "ہمرنگ زمین دام" کے سحر میں گرفتار نہیں تھے۔ بقول شاعر ملت علامہ محمد اقبال (مرحوم) کے وطنیت کا حال یہ ہے کہ

"جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے۔" 8

اسلامی ریاست میں نسل تفرقہ اہمیت کا حامل کبھی نہیں رہا بلکہ اسلامی ریاست کا قیام اور اس کا نصب العین صرف اور صرف خدا کے قانون کا نفاذ کرنا ہے۔ اس عالمگیر قانون کے بغیر انسان چین، اطمینان اور امن وسکون کی زندگی بسر نہیں کرسکتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں آیت ۱۴۳ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

اور ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنادیا ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول اللہ تم پر گواہ رہیں۔"9

سورۃ انعام آیت ۵۷ میں ارشاد ہے:

ان الحکم اِلا للّٰہ یقص الحق وھو خیر الفصلینo(۱۰)

حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہے۔ وہ حق بات بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

سورۃ یوسف آیت ۴۰ میں بیان کیا گیا ہے:

اِن الحکم الاللّٰہ امر ان لا تعبدو الا ایاہ ذلک الدین القیمo(۱۱)

حکم اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا فرمان ہے کہ اللہ کے سوا تم کسی کی بندگی اطاعت نہ کرو یہی صحیح طریقہ ہے۔

سی طرح سورۃ اعراف آیت نمبر ۳ میں ہے:

اتبعو اما انزل الیکم من ربکم و لا تتبعو امن دونہ اولیاءo(۱۲

پیروی کرو اس قانون کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔

سورۃ الناس میں اس طرح مذکور ہے:

قل اعوذبرب الناس o ملک الناس o الہ الناس o من شر

الوسواس الخناس ○ الذی یوسوس فی صدور الناس ○

من الجنة والناس ○(۱۳)

کہد یجئے میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی۔ جو تمام انسانوں کا مالک ہے۔ جو انسانوں کا الہ ہے۔ شیطان کے شر اور وسوسوں سے۔ جو وہ (شیطان) انسانوں (کے ارادوں) میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔ جو جن وانس میں سے ہے۔

اس سورۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حاکیت تسلیم کرنے کا نام ہی ایمان واسلام ہے۔ اس سے انکار قطعی کفر ہے۔

مذکورہ موضوع قرآن وسنت کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ مباحث سے پہلے دنیا میں رائج مختلف نظام ہائے حکومت کا بنظر غائر تحقیقی مطالعہ ضروری ہے تا کہ ان ظالمانہ اور مشرکانہ نظامیوں کا پہچان سے اسلام کے عادلانہ اور توحید پر مبنی نظام سیاست کی سچائی پر یقین و ادغان میں مزید پختگی پیدا ہو جائے۔ 14

غیر اسلامی نظام ہائے سیاست میں سب سے زیادہ مروج اور قدیم ترین نظریہ ملوکیت اور بادشاہت ہے۔ 15

اللہ تعالیٰ سورۃ النمل میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

یقیناً بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اسکو خراب کردیتے ہیں اور کرڈالتے ہیں وہاں کے باعزت لوگوں کو بے عزت اور ایسا ہی کرتے ہیں۔ 16

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وہ گھر پچھلا ہے ہم دیں گے وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی زمین میں اور نہ بگاڑ ڈالنا اور عاقبت بھی ہے تقویٰ والوں کی۔ "17

ان آیات کی روشنی میں ملوکیت کی تعریف ان الفاظ میں لی جاسکتی ہے کہ:

"وہ نظام حکومت جو زمین پر فساد پھیلانے اور لوگوں کو ذلیل کرنے کے لیے بنایا گیا ہو اور جس کا اصل مقصد حکمران کی شخصی اور ذاتی بڑائی اور بالادستی قائم کرنا ہو۔"18

علامہ ابن خلدون نے ملوکیت کی فنی اور اصطلاحی تعریف اس طرح سے کی ہے کہ:

"استبدادی بادشاہت وہ حکومت ہے جو لوگوں کو بادشاہ کی ذاتی اغراض اور خواہشات پوری کرنے پر مجبور کرتی ہو۔"19

ملوکیت کے شہنشاہی نظام میں بادشاہ کی منشاء مآ خذ قانون ہوتی ہے۔ پوری قوم اور قومی خزانہ اسکی ذاتی ملکیت تصور ہوتا ہے۔ وہ تنقید سے بالاتر سمجھا جاتا ہے اور کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ کسی شخص کا بادشاہ بن جانا اس بات کا ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا نمائندہ ہے اور اس کا ہر حکم ماننا منشاء خداوندی ہے۔ گویا بادشاہ انسانی شکل میں خود بادشاہ ہے۔20

مشہور مصری محقق عبدالوہاب تجار نے اپنی کتاب "قصص الانبیاء" میں ازمنہء قدیمہ کے بادشاہوں کے متعلق لکھا ہے کہ:

"زمانہ قدیم کے بادشاہوں نے اپنے اردگرد مقدس ہونے کا دائرہ بنادیا تھا اور اپنے آپ کو خدائی کا درجہ دیدیا تھا۔ اسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ اپنے آپ کو واقعی انسانوں سے بالاتر مخلوق سمجھتے تھے۔ انکو یہ دھوکا نہیں تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام کی بغاوت سے محفوظ رہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہمارا مقدس ہونا شورش اور انقلاب برپا کرنے والوں کے راستہ میں بڑی رکاوٹ بن جائے گا۔ ابراہیمؑ کے زمانے میں نمرود کا یہی حال تھا۔ موسیٰؑ کے آنے کے بعد آنے والے یونانی اور رومی بادشاہوں اور مصر کر فرعونوں کا بھی یہی حال تھا۔"21

سید سلیمان ندوی پروفیسر ولسن کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

مصر میں سامیہ اولیٰ کے زمانے میں ستارہ پرستی جاری تھی۔ سب سے بڑا دیوتا آفتاب تھا۔ جس کو وہ اپنی زبان میں 'رع' کہتے تھے۔ ان کے دارالحکومت کا نام 'مدینہ الشمس' تھا جس کو مصری 'ان' کہتے تھے۔ یہی سورج دیوتا کا مندر تھا۔ بادشاہ سورج دیوتا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے اس کا لقب 'رعمسیس' یعنی 'ابن شمس' ہوتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ سلاطین مصر کو خدائی کا دعویٰ تھا۔"22ے

مولانا عبدالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

"مصریوں میں الوہیت آمیز شاہی کا تصور بھی پوری طرح نشوونما پاچکا تھا اور تاجداران مصر نے نیم خدا کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ ان کا لقب 'فاراغ' اسی لیے ہوا تھا کہ وہ 'راغ' یعنی 'سورج دیوتا' کے اوتار سمجھے جاتے تھے۔"23ے

ہندوستانی کے برہمنی تمدن کی مستند کتاب 'منوشاستہ' میں بادشاہ کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ:

"بادشاہ اگر طفل نابالغ بھی ہو تو اسے یہ خیال کر کے یہ بھی ایک انسان ہے حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے، بادشاہ فی الواقع خدا ہے انسان کی شکل میں۔"24ے

روم میں بھی استبدادیت اور مطلق العنانیت کا دوردورہ تھا۔ رومی شہنشاہیت کا آغاز دراصل جولیس سیزر (Julius Ceasar) سے ہوا۔ جس نے اپنے دوراقتدار میں پورے طور پر استبداد اور مطلق العنانی کا مظاہرہ کیا۔25ے اس وقت سے قیصر صفات الوہیت کا مالک ہے کے عقیدے کا آغاز ہوا۔26ے لیکن بادشاہت کو موروثیت میں تبدیل کرنے والا اغسطس (Augustus) تھا۔ اس کی صفات کے بعد ٹائرس (14ء تا 37ء) برسراقتدار آیا۔27ے اسکی

تخت نشینی کے وقت مطلق العنانیت کا دعویٰ پھر کیا گیا کہ 'نا قابل تقسیم شہ کو تقسیم کرنا غیر ممکن ہے'۔ سلطنت ایک جسم واحد ہے اور صرف ایک ہی شخص کا دماغ اس پر حکمرانی کر سکتا ہے۔28؎ چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر گبن کے مطابق روم زوال کے پست ترین نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے مطابق:

"روم کی مثال بعینہ اس عظیم الشان درخت کی ہوگئی تھی جس کے سائے میں ایک وقت تک تمام اقوام عالم آباد تھیں مگر اب ایسی خزاں آئی کہ برگ وبار کے ساتھ ساتھ اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بھی رخصت ہوگئی تھیں اور اب خالی تنا خشک ہو رہا تھا۔"29؎

شہنشاہ رومہ کی تاریخ نہایت عظیم الشان معلوم ہوتی ہے مگر دنیا کو وہ سبق دے گئی کہ ایسا لامتناہی اختیار نہ حکمران کے لیے مفید ہے اور نہ اس کی رعایا کے لیے۔29؎

سلطنت رومہ کا اصل واصول بادشاہت تھا۔ بادشاہ کے اختیارات غیر محدود تھے اور وہ تمام سیاسی اور مذہبی عہدوں کا سرچشمہ تھا۔31؎ سلطنت کا تمام طرز عمل شاہی مرضی کے تابع اور تمام تنظیمات کا تعلق بادشاہ سے ہی تھا۔32؎ اس لیے ادارے مثلاً امراء کی مجلس (Senate) یا مجلس جمہور (Concilium Plabis) وغیرہ بظاہر جمہوری نظر آتے ہیں مگر وہ بالکل مصنوعی تھے۔ بادشاہت صرف ایک مخصوص گروہ، جماعت اور وطن کے اندر محصور تھی۔ حکمرانوں کی یہی وہ مخصوص جماعت تھی جس کی خاطر داری سلطنت کا مقصود تھی۔33؎

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffalt) لکھتا ہے کہ:

"رومی سلطنت... انسانوں سے (ظلم وزیادتی کے ذریعہ) ناجائز فائدہ اٹھا کر انسانوں کی مخصوص جماعت (حکمرانوں) کی راحت رسانی اور عیش وآرام کا سامان فراہم کرتی تھی۔"34؎

فارس: فارس میں بھی روم کی طرح شخصی، وموروثی اور مطلق العنان بادشاہت تھی۔ یہی ایرانی

ظام فکر وسیاست میں محور کی حیثیت رکھتا تھا۔ حکمران یہ دعویٰ کرتے تھے کہ:

"انکی رگوں میں خدائی خون ہے۔"

تو دوسری طرف اہل فارس بھی انہیں خدا کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انکا اعتقاد تھا کہ ان حکمرانوں کی فطرت میں ایک مقدس آسمانی چیز ہے چنانچہ یہ لوگ ان کے آگے سربسجود ہوتے تھے۔ ان کی الوہیت کے گن گاتے تھے اور انہیں قانون، تنقید اور بشریت سے بالاتر تصور کرتے تھے۔35

اہل فارس الوہیت میں اس قدر آگے نکل چکے تھے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حکمرانوں کا انسان پر پیدائشی حق ہے اور لوگوں کو سوائے احکام کی بجا آوری کے کسی امر میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اس وقت اہل فارس پر ایک خاص گھرانہ (کیانی خاندان) حکومت کرر ہا تھا۔ ان کے بارے میں اعتقاد تھا کہ صرف اسی گھرانے کے افراد تخت وتاج کے وارث اور ملک وسلطنت کے مالک ہوسکتے ہیں اور یہ حق وراثتاً نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہے گا۔ یہ لوگ بادشاہ وقت پر ایمان رکھتے تھے اور حکومت کو شاہی خاندان کا موروثی حق سمجھتے تھے، اگر اس خاندان میں کوئی سن رسیدہ نہیں ملتا تو بچہ ہی کو تاج شہنشاہی پہناتے تھے۔36 بادشاہت کا یہ نظریہ صرف چھٹی صدی عیسوی تک مخصوص ہ تھا بلکہ سولہویں صدی عیسوی میں سیاست کو منظم کرنے والا اور بادشاہت کا نظریہ پیش کرنے والا میکیاوَلی 37 (متوفی 1527ء) تھا۔ میکیاوَلی کے نزدیک جو بادشاہت مذہب و اخلاق سے آزاد ہوگی وہ بہترین حکومت ہوگی۔ میکیاوَلی "بادشاہ"38 میں لکھتا ہے:۔

"ایک مطلق العنان بادشاہ (پرنس) جو شر کو دبانے کے لیے شر ہی کا استعمال کرتا ہو، کسی اخلاق و مذہب کا پابند نہ ہو، ہر قسم کا مکروفریب، جوڑتوڑ کرتا ہو، سازش کرتا ہو اور ہر ممکن طریقے سے اقتدار کو بحال رکھنے کے لیے مفید ہو وہی بہتر قانون ہے۔"39

اس کتاب میں دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے کہ:

"بادشاہ کے لیے صفت رُوباہی نہایت ضروری ہے تا کہ دجل وفریب کا جال پھیلا سکے۔ اس کے ساتھ 'جوئے شیر' بھی ضروری ہے تا کہ وہ بھیڑوں کو خائف رکھ سکے... نیکی ایک واہمہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ اصل شے برائی ہے۔ اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بدی کس طرح کی جاتی ہے اور اس کے لیے کونسا وقت موزوں ہے۔ اس میں خوبیوں کا ہونا ضروری نہیں لیکن اس میں بظاہر خوبیوں کا دکھائی دینا (نمائشی طور) پر ضروری ہے۔"40

میکیاولی کے نظریات سولہویں صدی کے تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں دنیا میں انقلاب برپا ہوا۔ 4 اگست 1789ء میں فرانس میں انقلاب ہوا۔ جس میں جمہوریت کا موجودہ دور شروع ہوا۔ 87 موجودہ جمہوریت ملوکیت کی دوسری انتہا اور اس کی عین ضد ہے۔ انقلاب کی دھات کا نچوڑ یہ تھا کہ قوت حکم وارادہ اشخاص وذات کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ جماعت وافراد کے تسلط میں ہو 88 دوسرے لفظوں میں عوام کی حکومت، عوام کی طرف سے، عوام کے لیے تھی۔ اور قوم اور قومیت کا تصور پختہ ہوا۔ انیسویں صدی کے اواخر میں سائنسی ترقی کے نتیجہ میں جب وسائل ابلاغ میں وسعت اور نقل وحرکت میں آسانی ور تیز رفتاری پیدا ہوئی تو دنیا میں ایک عالمی برادری کا احساس پیدا ہوا۔ پہلی جنگ عظیم 1914ء میں برپا ہوئی جس میں بہت سے ممالک ہو چار و ناچار حصہ لینا پڑا۔ جنگ کے اختتام (1918ء) پر عالمی امن کو برقرار رکھنے کے لیے جمعیت اقوام (League of Nations) کا قیام عمل میں آیا جو ناکام ثابت ہوئی۔ جس کی بنیادی وجہ وہی پرانی ذہنیت تھی کہ طاقتور حکومتوں کے مفادات کمزور ملکوں کی حمایت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔

جمعیت اقوام (League of Nations) کی سب سے ناکامی کا ثبوت دوسری جنگ عظیم تھی۔ دوسری جنگ عظیم (1939ء سے 1945ء) کے اختتام پر ایک دوسرے عالمی

ادارہ (UNO) کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد امن قائم کرنا تھا جس کے لیے بہت سے قوائد بنائے گئے۔ اس مقصد کے لیے عالمی عدالت بھی قائم کی گئی۔ تحدید اسلحہ کی کوشش بھی کی اور دنیا بھر کے انسانوں کے لیے 'بنیادی حقوق کا چارٹر' بھی شائع کیا گیا۔ مگر اس کے نتائج بھی لیگ آف نیشنز سے مختلف نہ تھے کیونکہ بڑی بڑی طاقتیں اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے مفادات کے حصول کے لیے کمزور ملکوں کے حقوق و مفادات کو کچل دیتی ہیں۔ 41 ان دونوں اداروں (League of Nations) اور UNO پر قدرت اللہ شہاب نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے کہ:

> "پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا میں امن و امان کو فروغ دینے کے لیے لیگ آف نیشنز وجود میں آئی تھی لیکن یہ انجمن کفن چوروں کی ثابت ہوئی اور اقوام عالم کی بہت سی قبریں آپس میں تقسیم کرنے کے بعد اس نے آرام سے جنیوا میں دم توڑ دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کی تنظیم نو UNO نے جنم لیا۔ ادارے کا رہنما اصول، جس کی لاٹھی اس کی بھینس سے جب کوئی لاٹھی والا طاقتور ملک جارحیت سے کام لیکر کسی چھوٹے اور کمزور ملک کی بھینس زبردستی ہنکا کر لے جاتا ہے تو یو۔این۔او اسے فوراً جنگ بندی کا اعلان کر کے فریقین کے درمیان سیز فائر لائن کھینچ دیتی ہے۔ جنگ بندی کے خط پر یو۔این۔او کی نامزد فوج اور مبصر متعین ہو جاتے ہیں۔ جو اس بات کی خاص نگہداشت رکھتے ہیں کہ مسروقہ بھینس دوبارہ اپنے مالک کے پاس نہ جانے پائے۔ اس کے بعد یہ سارا معاملہ جنرل اسمبلی اور سیکورٹی کونسل کی قراردادوں میں ڈھل ڈھل کر نہایت پابندی کے ساتھ یو۔این۔او کے سرد خانوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ 42

بڑے بڑے مفکریں اب سا مصیبت سے نجات کی راہ تلاش کر رہے ہیں ان کی فکر کے نتیجہ میں یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ جب تک تمام دنیا میں ایک عالمگیر حکومت قائم نہ ہوگی عالمی

امن کی ضمانت دینا ممکن نہیں ہے۔ عالمی حکومت کا اقتدار اعلیٰ صرف ایک ہی ہونا چاہیے۔ 43
تمام عالم اب اسی فکر کی طرف لوٹ رہا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے دی۔

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ دین و دنیا کی جامعیت رکھتا ہے، وہ روحانی عقیدے کا نام نہیں بلکہ اس میں دونوں جہاں کی برکتیں ہیں، اور اس کے خزانہ ہدایت میں سیاست کے محاسن اور سیاست کے اصول وضوابط موجود ہیں۔ اسلام نوع انسانی کو ہر شعبہء حیات میں روشنی مہیا کرتا ہے۔ وہ ایک ایسا ابر کرم بن کر افق عالم پر نمودار ہوا جس کے بارے رحمت نے پوری انسانیت کی تشنہ بھی دور کی۔ اسلام نے دین اور دنیا کی تفریق ختم کر کے ایک جامع نظام ریاست قائم کیا۔ انسانی معاشرہ کی تنظیم اور اسلامی ریاست کی تشکیل ایک عظیم عالیشان انقلاب فکر کی نقیب بنی۔ اس انقلاب کا عنوان ایک اور صرف ایک ہے اور وہ ہے عقیدہ توحید۔ اسلام کا واضح اعلان ہے۔ 44

ان الحکم الا للّٰہ

بیشک حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اس اعلان سے حکومت، خاندان، نسب، رسم ورواج، وطنیت اور قومیت کے سارے بت پاش پاش ہو گئے۔ وہ تمام بیڑیاں جن کے بوجھ سے نوع انسانی کے پاؤں شل ہو گئے تھے کٹ کر گر گئیں۔ انسان اپنا سر ایک چوکھٹ پر جھکا کر تمام بندگیوں سے آزاد ہو گیا۔ اللہ کی ہستی کے سوا کوئی چیز اس کے دل کو مرعوب کرنے والی نہیں رہ گئی۔ 45

تصور ریاست اسلامی تعلیمات قرآنی کی روشنی میں: جب بھی ہم ریاست کا تصور اسلامی تعلیمات قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت فوراً آ جاتی ہے:

ولِلّٰہ ملک السمٰوٰت والارض وما بینھما والیہ المصیر ٥ (٤٦)

"اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسکی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

گویا عالم موجودات کا حقیقی اور واحد حاکم تو اللہ تعالیٰ ہے، اور جب وہی واحد حاکم ہے تو تمام کائنات فی الواقع ایک ہی ریاست ہے۔ اب اس واحد ریاست کائنات کے اجزاء اور ان اجزا کے مزید اجزا میں جتنی بھی ریاستیں قائم ہیں یا ہوں گی وہ سب کی سب اللہ ہی کی ریاستیں ہیں اور ان سب میں حقیقی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ 47

اللہ تعالیٰ کی حکومت کی حقیقت کو قرآن میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ زمر آیت نمبر 44 میں ارشاد ہے کہ:

له ملک السمٰوٰت و الارض ثم الیه ترجعونo (۴۸)

سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

ان اللہ لہ ملک السمٰوٰت والارض ط یحی ویمیت ط (۴۹)

یہ تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان ہے مگر اس سے زیادہ تاکیدی اعلان مختلف دوسری آیات میں بھی موجود ہے جس میں اس عمل بالتصریح بیان کیا گیا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے علاوہ اگر چھوٹے چھوٹے حاکم ہمیں نظر آتے ہیں تو وہ سب ہمیں اپنی مختصر اور محدود مدت کے لیے اسکے مرہون منت ہیں۔ 50

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الحکم الا للہ o یقص الحق وھو خیر الفاصلینo (۵۱)

حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہے وہ حق بات بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

سورۃ القصص آیت نمبر 88 میں ارشاد ہے:

کل شیء هالک الاوجهه له الحکم والیه ترجعون O(۵۲)

اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اس کا حکم ہے اور اسکی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

تعلیمات قرآنی کی روشنی میں تصور ریاست اسلامی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے ہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک ہے، ساری مخلوقات کائنات اس کی ہیں لہذا قدرتی طور پر اپنی مخلوقات پر حکم صادر کرنے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے اور انسان تو بس اس دنیا میں اسی کا نائب وخلیفہ ہے۔53

سورۃ فاطر آیت 13 میں ارشاد ہے کہ:

ذالکم الله ربکم له الملک(۵۴)

وہ ہے اللہ، تمہارا رب، ملک اسی کا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت 111 میں ارشاد ہے کہ:

لم یکن له شریک فی الملک(۵۵)

بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

سورۃ کہف میں ارشاد ہے کہ:

ولا یشرک فی حکمه احداً(۵٦)

اور وہ اپنے حکم میں کسی کو حصہ دار نہیں بناتا۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

الا له الخلق والامر(۵۷)

خبردار خلق اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا ہے۔

تعلیمات قرآن کریم پر نظر ڈالنے سے یہ بات بھی ماہ منور کی طرف روشن نظر آتی ہے کہ اسلامی ریاست چونکہ اللہ کی زمین پر قائم ہوئی ہے اسی لیے اس سرزمین پر صحیح حکومت اور عدالت صرف اور صرف وہی ہوگی جو اس ابدی قانون الٰہی کی بنیاد پر ہوگی جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے بھیجا۔ درحقیقت اس نظام شریعت کا نام ہی خلافت ہے۔

سورۃ نساء میں ارشاد ربانی ہے کہ:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بماارٰک اللہ(۵۸)

اے نبی ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس روشنی کے مطابق فیصلہ کرو اللہ نے تمہیں دکھائی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

وان احکم بینھم بما انزل اللہ(۵۹)

اور یہ کہ تم ان کے درمیان حکومت کرو (اس ہدایت کے مطابق) جو اللہ نے اتاری ہے۔

اسلام کے نام سے روئے زمین پر قائم ہونے والی کسی بھی ریاست میں جو بھی حکومت یا عدالت اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظریے یا کسی دوسری بنیاد پر قائم ہوگی وہ باغیانہ حکومت وعدالت ہوگی۔60

سورۃ نساء آیت 115 میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وسآءت مصیرا۔(۶۱)

اور جو کوئی رسول سے جھگڑا کرے درآں حالیکہ راہ راست اسکو دکھادی گئی اور ایمان داروں کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے لگے اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود مڑ گیا ہے اور اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

فلاوربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم(۶۲)

پس تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہونگے جب تک کہ اے نبی تجھ کو اپنے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کرلیں۔

ان آیات سے اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت واہمیت جامہ ظہور سے مزین ہوکر نگاہ ذوق کی تسکین کا باعث بن جاتی ہیں اور تعلیمات قرآن کی روشنی میں ترقی ونشوونمی کا صحیح مفہوم بھی عیاں ہوجاتا ہے۔63 اسلام کے نزدیک مادی ترقی وارتقاء کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس کے نزدیک اگر کوئی ترقی احسن اور مطلوب ہے تو وہ روحانی اور اخلاقی ترقی ہے۔اس تصور ترقی کا ارتقاء صرف اسلامی ریاست میں ممکن ہے۔جدید دور کے پیچیدہ مسائل کا حل تعلیمات قرآنی کی روشنی میں اسکے مکمل قیام اور شریعت اسلامیہ کے عمل اور مکمل نفاذ میں ہے۔64 اس تمام بحث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

1۔ حاکم اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔کوئی فرد، خاندان، گروہ، بلکہ پوری ملت بھی حاکمیت کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔

2۔ اللہ تعالیٰ ہی قانون ساز ہے۔کسی دوسرے کو قانون سازی کا اختیار نہیں اور نہ خدا کے بنائے ہوئے قانون میں ردوبدل کرسکتا ہے حتیٰ کہ نبی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

3۔ امیر یا اسلامی حکومت صرف اسی صورت میں اطاعت کا مستحق ہے کہ وہ خدا کے قانون

کو نافذ کرے۔

4۔ اسلام میں قانونی اور سیاسی حاکمیت میں کوئی امتیاز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سیاسی اور قانونی مقتدر اعلیٰ ہے۔ 65

نظام خلافت میں مقتدر اعلیٰ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک اور وہی قانون ساز ہے۔ ملت اسلامیہ اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے بنیادی قوانین اللہ تعالیٰ خود بذریعہ انبیاء انسانوں کو بتلاتا ہے۔ ایسی قانون سازی کا اختیار کسی نبی کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس دوسرے تمام نظام ہائے سیاست میں مقتدر اعلیٰ کوئی ایک انسان یا ادارہ ہوتا ہے۔ ملوکیت اور آمریت میں یہ مقتدر اعلیٰ بادشاہ یا ڈکیٹیٹر ہوتا ہے۔ جمہوریت میں سیاسی مقتدر اعلیٰ تو عاوم ہوتے ہیں اور قانونی مقتدر اعلیٰ پارلیمنٹ۔ 66 اسلامی نظام سیاست میں رعایا کا مفہوم دوسرے نظام ہاوے حکومت سے مختلف ہے۔ ریاست کی جو مختلف تاریفیں کی جاتی ہیں ان کے مطابق ریاست کے ترکیبی اجزاء آبادی، علاقہ، حکومت اور اقتدار اعلیٰ ہیں۔ لیکن نظام خلافت کے لیے مخصوص علاقہ کوئی شرط نہیں ہے۔ نظام خلافت سیاست کے بجائے ملت کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس میں کسی مخصوص علاقہ کی قید نہیں ہے۔ اس کا مقصد عمدہ عالمی نظام قائم کرنا اور اس کی تعمیر و بلندی ہے۔ اسلام نے یہ پیغام صرف مسلمانوں کو ہی نہیں دیا بلکہ یہ پیغام تمام دنیا کے لیے یکساں ہے۔ 67

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

یاایھاالناس اِنّا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا
وقبآئل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم(۶۸)

لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں
اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ اور خدا کے نزدیک تم
میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وما ارسلنک الا کآنه لناس بشیرا ونذیرا(۶۹)

اور اے محمد! ہم نے تمہیں لوگوں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ جس کی ربوبیت کسی وطن یا مقام سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا پیغام امن ونجات دنیا بھر کے لیے یکساں ہے۔70 اسلام انسان کی وحدت اور اتحاد پر زور دیتا ہے اور یہ اصول دراصل اسلام کے عقیدہ توحید کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسانی وحدت قائم کرنے کے لیے ایک منتخب گروہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جو دوسرے انسانوں کی رہنمائی کر سکے۔ یہ منتخب گروہ مسلمان ہیں۔71 ارشاد الٰہی ہے کہ:

انماالمومنون إخوة(۷۲)

تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔

تمام مسلمان ملت اسلامیہ کے رکن ہیں اور ملت کی تنظیم کے ذریعہ انسانیت کے اتحاد و ترقی کی کوشش کرتے ہیں۔ ملت کی بنیاد توحید اور ختم نبوت کے بنیادی اصولوں پر قائم ہے توحید کا اصول اطاعت خداوندی کی دعوت دیتا ہے اور انسانی اعمال کی رہنمائی کرتا ہے۔ نبوت کی وجہ سے ملت کا نظم وضبط قائم ہے۔ حضور اکرمؐ ملت کے رہنما ہیں۔ ملت کی تنظیم کا تصور قومیت کے اس محدود نظریے کو رد کرتا ہے جس کی بنیاد جغرافیائی اتصال، یا نسل و رنگ اور لسانی اتحاد پر ہے۔ مسلم ملت کی بنیاد دین ہے۔ اس لحاظ سے تمام مسلمان خواہ وہ کسی ملک، نسل یا ذات سے تعلق رکھتے ہوں، ملت کے اراکین متصور ہونگے۔73

ملت اسلامیہ کے افراد مختلف زبانیں بولنے، مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے، مختلف رنگوں کے حامل ہونے، مختلف علاقائی حدود میں بسنے اور مختلف لباس اور مقامی رسم و رواج رکھنے کے باوجود ایک ہی طرز پر سوچتے اور ایک ہی سرچشمۂ ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ملت واحدہ پر زور دیتی ہے۔ اسلام ایک ایسے آفاقی نظام کے قیام کا خواہش مند ہے جس

میں نظریہ اور عمل میں مکمل اتفاق و یگانگت پائی جائے، جو تمام بنی نوع انسان کے ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کرے۔74

حافظ ابن تیمیہؒ بیان فرماتے ہیں کہ "بعثت رسل کی غرض و غایت یہی ہے کہ اولاد آدم کو اللہ کے قانون سے آگاہ کردیا جائے تاکہ وہ اپنی صلاح و فلاح کی تکمیل کرسکیں۔ انکی عقل مادیت و نفسانیت کی کثافتوں اور ظلمتوں سے پاک ہوکر علم حق کے ادراکات سے روشن و منور ہوجائے، نفسانی اور شیطانی افعال اور گندہ خصلتوں سے نجات پاکر پاکیزہ، اخلاق اور معاشرہ انسانی تمدن کی عظمت و سعادت کی بلندیوں تک پہنچ جائے۔ انسانی حیات اور امن عالم کو تباہ کرنے والی چیز نفس کی خواہشات ہیں۔ وحی الٰہی اور قانون خداوندی نے قدم قدم پر نفس کی شہوتوں پر جو پابندی عائد کی ہے وہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں۔ اہل عقل کے لیے قانون شریعت کے مستحسن ہونے کی یہی بہت بڑی دلیل ہے۔75

ابتداً آفرینش عالم میں نبوت و رسالت بہ شکل خلافت و بادشاہت نمودار ہوئی۔ حضرت آدمؑ نبی اور رسول بھی تھے اور خلیفہ و بادشاہ بھی۔ حضرت آدمؑ کے بعد نبوت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ کبھی نبوت و رسالت کا ظہور بہ صورت سلطنت و حکومت ہوا جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کہ وہ نبی بھی تھے اور حکومت و سلطنت کا مقام بھی اللہ نے ان کو عطا کیا تھا۔ انہوں نے خلافت الٰہیہ کے امور بے مثال حکمرانی کی شکل میں انجام دیے۔ یہی نمونہ ذوالقرنین کی حکومت کا تھا جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھی اور کبھی نبوت و رسالت کا ظہور بصورت علم و حکمت ہوا جس کا نمونہ حضرت لقمانؑ تھے اور کبھی بہ صورت زہد اور درویش ہوا جیسے حضرت زکریاؑ، حضرت یونسؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔ یہ سب حضرات زہد و تقویٰ اور درویش کے پیکر تھے اور ان کی رسالت و نبوت اسی رنگ میں ظاہر ہوئی۔76

ان سب کے بعد خاتم الانبیاء المرسلین حضرت محمدؐ چونکہ افضل الرسل اور خاتم الانبیاء تھے اس وجہ سے آپ کی نبوت و رسالت من جانب اللہ ان تمام صورتوں کو جامع ہوئی۔ آپکی نبوت

میں جہاں علم وحکمت، زہد وتقویٰ صبر وحلم اور فقیری و درویشی تھی۔ اسی کے ساتھ بادشاہت و سلطنت بھی جمع فرمادی گئی۔ لیکن یہ بادشاہت ملوکیت نہ تھی بلکہ خلافت الٰہیہ تھی۔ اللہ کے احکام کو اس کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں اسلامی ریاست کا تصور بھی نہیں بلکہ اس کے عملی خطوط و حدود سے بھی پوری طرح واقف ہو کر اس رحمت و عافیت میں حصہ دار بن جائے جو رحمت لیکر آپ دنیا میں مبعوث ہوئے اور رحمت العالمین (تمام جہانوں کے لیے رحمت) کا لقب پایا۔ 77

حضورؐ کا آغاز نبوت فقیری و درویشی سے ہوا۔ اسی حالت میں تیرہ سال مکے میں گزارے۔ دشمنان اسلام نے کوئی نوع ظلم وستم کی ایسی باقی نہ چھوڑی کہ جو آپ پر اور آپؐ کے اصحاب واحباب پر اس کا تجربہ نہ کیا گیا ہو۔ ان حالات کے باوجود وحی خداوندی سے یہ بشارت آپؐ کے اصحاب وامت کو دی جارہی تھی کہ گھبرائیں نہیں ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور داؤد وسلیمان اور ذوالقرنین جیسی بے مثال سلطنت عطا کریں گے۔ 78

سورۃ نور آیت نمبر 7 میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وعداللہ الذین اٰمنو منکم...... لایشر کون بی شیئاًo(۷۹)

خدانے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیئے، یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کو زمین میں حاکم بنائے گا، جیسا کہ انکو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جس کو اس نے انکے واسطے پسند کیا ہے، جمادے گا اور ان کو انکی اس بے امنی کے بدلے امن دے گا، میری بندگی کریں گے، میرا کسی کو ساجھی نہ بنائیں گے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

والذین ھاجرو فی اللہ... ولا جر الاخرۃ اکبرo(۸۰)

اور جنہوں نے گھر چھوڑا خدا کے لیے ستائے جانے کے بعد ہم انکو دنیا میں

اچھا ٹھکانہ دیں گے اور بے شک آخرت کی مزدوری سب سے بڑی

ہے۔

تیرہ سالہ مکی زندگی کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ

نے ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد اسلام کے عروج و ترقی کا دور شروع

ہوا۔ 81

قرآن کریم میں جہاد کا حکم نازل ہوا کہ:

اذن للذین یقتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر ○ (۸۲)

جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انہیں بھی جنگ کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ انکی مدد پر قادر ہے۔

جہاد کے حکم کے بعد غزوات وسرایا کا آغاز ہوا حتی کہ 8 ہجری میں سرزمین مکہ فتح ہوئی جس کو آٹھ برس قبل بحالت مجبوری چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور فتح مکہ کے بعد پورا حجاز اور نجد اور پھر یمن فتح ہوا۔ اس تمام وسیع علاقے پر اسلامی ریاست کا قیام ہوا۔ اسی دور میں غیر قوموں سے معاہدے بھی ہوئے اور جو علاقہ بھی فتح ہوتا رہا اس میں نفاذ اسلام کا عمل کلی طور پر پورے استحکام کے ساتھ جاری و نافذ ہوتا رہا۔ مسلمانوں کے اموال واراضی پر زکوٰۃ وعشر کا حکم جاری ہوا تو غیر مسلموں پر جزیہ اور خراج لازم کیا گیا۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے اسلامی عدالتیں قائم کی گئیں کیونکہ کسی بھی اسلامی مملکت میں کسی ایسی عدالت کا وجود قابل تصور ہیں جس میں مقدمات کے فیصلے اللہ اور اسکے رسول کے قانون کے مطابق نہ کیے جاتے ہوں۔ اقامۃ عدل اور اقامۃ امن و امان کو اقامۃ صلوٰۃ کی طرح قائم کرنے کے لیے والی اور قضاء مقرر کیے گئے جیسے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا والی اور قاضی مقرر کر کے روانہ کیا گیا۔ 83

تجارت وزراعت کے احکام جاری کیے گئے تا کہ یہ سمجھا جا سکے کہ کونسی تجارت جائز اور

درست ہےاور کونسی تجارت ممنوع وحرام ہےاور سودی کاروبار بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا کہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔84 مسلمانوں کے دینی نظام کو قائم کرنے اور چلانے کے لیے حفاظ قرآن، علماوفقہا، قضاء اور آئمہ ومورخین کا تقرر فرمایا گیا تا کہ امت مسلمہ علمی وعملی طور سے اپنے دین کے ساتھ وابستہ رہے۔ ساتھ ہی احیائے دین اور اشاعت اسلام کے لیے غیر مسلموں کی طرف دعوت اسلام کے خطوط جاری کیے گئے۔ انکی طرف دعاۃ ومبلغین کو روانہ کیا گیا۔ باہمی معاشرے کی صلاح ووصیت متعین کیے گئے۔ پھر یہ بھی کہ طرز معاشرت کیا ہو۔ غذا اور لباس کے احکام اور حدود بھی طے کیے گئے تا کہ مسلمان اپنے طرز زندگی ہی سے پہچانا جا سکے کہ یہ مسلمان ہے اور وہ اپنی ہر ادا اور طور طریق سے یہ اعلان کرتا ہو کہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیائی ومماتی لللہ رب العالمین لاشریک لہ اور اپنے جملہ احوال سے یہ ظاہر کررہا ہو کہ میرے رب نے میرا نام مسلمان رکھا ہے تو میں اپنے عمل سے اپنے نام کے ساتھ اپنی مطابقت پیش کرتا ہوں۔ اس طرح اسلامی ریاست کے جملہ خطوط دینا کے سامنے واضح ہو گئے کہ دینی اور دنیوی شعبے میں سے کسی شعبہ کو بھی ایسا باقی نہ چھوڑا کہ اسکے اصول واحکام پوری طرح مرتب ومدون نہ ہوں۔ سیاست داخلیہ اور خارجیہ کو بھی ایسا مکمل اور منضبط فرمادیا گیا کہ آج بھی اگر کوئی ملک کلیۃ اسلام کی داخلی اور خارجی سیاست اپنائے تو نہ ملک کے ندر کوئی خلفشار باقی رہ سکتا ہے اور وہ باہر کی طاقتیں اسکا استحصال یا اس پر ظلم وتعدی کی جرأت کر سکیں گی۔85

اسی تاریخی حقیقت کی روشنی میں پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کی اہمیت اور مضمرات کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ نظریہ پاکستان، یعنی دوقومی نظریہ کی بدولت مسلمانوں میں یہ شعور بیدار ہوا کہ وہ علیحدہ قوم ہیں اور اس نظریہ پر عملدرآمد کے لیے اسلامی اصولوں اور اقدار کے نفاذ کے لیے اور اپنے دینی اور اخلاقی نصب العین کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہیں ایک ایسے ملک یا خطہء زمین کی ضرورت تھی جہاں انہیں سیاسی اور حکومتی اقتدار حاصل ہو، کیونکہ ایسی ۔۔ کے بغیر، ایک محکوم قوم کی حیثیت سے، وہ اپنا اسلامی تشخص قائم نہیں کرسکتے تھے۔ لہذا نظریہ

پاکستان اور آزاد اور خودمختار سلطنت پاکستان لازم وملزوم بن کر رہ گئے۔ نظریے میں مکمل یقین و ایمان کے بغیر ہندوستان کی تقسیم کا جواز پیدا نہیں ہوسکتا تھا، اور نہ ہی اس مقصد کے لیے قربانیاں دی جاسکتی تھیں اور آزاد سلطنت کے بغیر نظریہ پر عملدرآمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے پاکستان کے مقاصد کی تکمیل نظریہ پاکستان کے تحفظ اور پاکستان میں ایک اسلامی ریاست کی تشکیل اور منصفانہ معاشرے کے قیام کے لیے صحیح اسلامی خطوط پر دیانتدارانہ کوششیں جاری رکھی جائیں۔86

حواشی وحوالہ جات

1) برہان، جلد دہم شمارہ (۳) مارچ 1943
نظرات مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، ص 162

2) ایضاً ص 163

3) سورۃ الحج آیت 41

4) جناب سید اسعد گیلانی، "اسلامی ریاست میں حکام کے اوصاف" تصور ریاست اسلامی مقالات مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس 1983ء کراچی ص 284

5) ایضاً ص 285

6) برہان ص 162

7) ایضاً ص 163

8) برہان ص 164

9) القرآن سورۃ البقرۃ آیت 143

10) القرآن سورۃ انعام آیت 57

11) القرآن سورۃ یوسف آیت 40

12) القرآن سورۃ اعراف آیت 3

13) القرآن سورۃ الناس

14) اسلامی سیاست، تالیف مولانا گوہر رحمٰن، دارالعلوم تفہیم القرآن، جون 1995، مردان ص 50

15) ایضاً ص 50

16) القرآن سورۃ نمل آیت 34

17) القرآن سورۃ القصص آیت 83

18) اسلامی سیاست، تالیف مولانا گوہر رحمٰن، دارالعلوم تفہیم القرآن، جون 1995، مردان

19) مقدمہ ابن خلدون، ص 51، فصل فی الخلافہ بحوالہ اسلامی سیاست، تالیف مولانا گوہ رحمٰن، ص:53 دارالعلوم تفہیم القرآن، مردان جون 1995ء

20) اسلامی سیاست، تالیف مولانا گوہر رحمٰن، ص 53 دارالعلوم تفہیم القرآن، جون 1995ء، مردان

21) قصص الانبیاء از عبدالوہاب بخار طبع قاہرہ 1966ء ص 182

22) ارض القرآن از سید سلیمان ندوی طبع کراچی 1975ء ج ۲ ص 365 بحوالہ سواد السبیل فی مکان وادی العیل ازولسن

24) منوشاستر باب ہفتم 8 بحوالہ اسلامی سیاست، تالیف مولانا گوہر رحمٰن

25) بحوالہ عہد نبوی میں ریاست کانشوونما ارتقاء از ڈاکٹر نثار احمد ص 17، 1976
Beyce, James Viscount, The Holy Roman Empire, MacMillan and Co Ltd. London, 1950, p.xxxi

26) عہد نبوی میں ریاست کانشوو ارتقاء از ڈاکٹر نثار احمد ص 18، 1976

(27 Webster's Biographical Dictionary. G & C Marian Co. USA بحوالہ عہد نبوی میں ریاست کانشوو ارتقا از ڈاکٹر نثار احمد ص 18

(28 بلنچلی "حکمران کے اختیار واقتدار کے لیے-ص 388 بحوالہ عہد رسالت میں ریاست کانشوو ارتقاء ازڈاکٹر نثار احمد ص 19، 1976 کراچی

(29 Gibbon vol-II pg.752 بحوالہ عہد رسالت میں ریاست کانشوو ارتقاء از ڈاکٹر نثار احمد

(30 بلنچلی -حکمران کے اختیار واقتدار کے لیے: ص383 تا385، 388، 389 اور390 بحوالہ عہد رسالت میں ریاست کانشوو ارتقاء ص19، 1976 کراچی

(31 ایضاً ص385 بحوالہ ص 20

(32 ایضاً ص386 بحوالہ ص 20

(33 عہد رسالت میں ریاست کانشوو ارتقاء ص 20، 1976، کراچی

(34 Briffault, Robert, The making of Humanity, Allen and Unwin Ltd London, 1928, p.159

(35 انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر مولانا سید ابوالحسن ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1982 ص 43

(36 ایضاً

(37 میکیاوَلی کے نظریات و افکار کو جاننے کے لیے Renaissance از ول ڈیورائٹ جس کا اردو ترجمہ یاسر جواد نے کیا ہے دیکھا جا سکتا ہے۔

(38 'دی پرنس' کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہوا۔ اردو زبان میں ا[illegible] نے کیا گیا۔ اس کاتب کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے والے ڈاکٹر محمود حسین تھے۔

(39 دی پرنس، میکیاوَلی ترجمہ بادشاہ از ڈاکٹر محمود حسین،

40) ایضاً

41) خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ص 230 ، مکتبہ السلام، لاہور 2002ء

42) شہاب نامہ ص 1107

43) خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ص 231، مکتبہ السلام، لاہور 2002

44) تصور ریاست اسلامی، مقالات مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی، مرتبہ حکیم محمد سعید، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، 1983، کراچی

45) تصور ریاست اسلامی، مقالات مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی، حکیم محمد سعید، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، 1983، کراچی ص:12

46) القرآن سورۃ المائدہ آیت 18

47) پروفیسر کرم حیدری، ریاست کا قرآنی تصور مکتبہ ہمدرد پریس کراچی، 1982 ص:39

48) القرآن سورۃ زمر آیت 44

49) القرآن سورۃ توبہ آیت 116

50) پروفیسر کرم حیدری، ریاست کا قرآنی تصور، ص 40 کراچی

51) القرآن سورۃ انعام آیت 57

52) القرآن سورۃ قصص آیت 88

53) تصور ریاست اسلامی تعلیمات قرآنی کی روشنی میں، پروفیسر محمد اکرام الرحمٰن، ص 78 کراچی 1982

54) القرآن سورۃ فاطر آیت 13

55) القرآن سورۃ بنی اسرائیل آیت 111

(56 القرآن سورۃ الکہف آیت 62

(57 القرآن سورۃ اعراف آیت 54

(58 القرآن سورۃ النساء آیت 105

(59 القرآن سورۃ المائدہ آیت 49

(60 تصور ریاست اسلامی تعلیمات قرآن کی روشنی میں از جناب پروفیسر محمد اکرام الرحمٰن 1982 کراچی ص 80

(61 القرآن سورۃ النساء آیت 115

(62 ایضاً آیت 65

(63 تصور ریاست اسلامی تعلیمات قرآن کی روشنی میں از جناب پروفیسر محمد اکرام الرحمٰن 1982 کراچی ص 80

(64 ایضاً ص 81

(65 خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ اسلام لاہور 2002، ص 230

(66 ایضاً ص 228

(67 ایضاً ص 3ذ ـ

(68 القرآن (49/13)

(69 القرآن (34/28)

(70 خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ اسلام لاہور 2002، ص 234

(71 ایضاً

(72 القرآن سورۃ الحجرات آیت 49

(73 خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ اسلام لاہور 2002، ص 234

(74 ایضاً 235

(75 حافظ امام ابن تیمیہ

(76 تصور ریاست اسلامی تعلیمات نبوی میں از جناب مولانا محمد مالک کاندھلوی 1982 کراچی ہمدرد پریس ص135

(77 ایضاً ص 136

(78 ایضاً

(79 القرآن، سورۃ نور آیت 7

(80 القرآن سورۃ النمل آیت 6

(81 تصور ریاست اسلامی تعلیمات نبوی میں از جناب مولانا محمد مالک کاندھلوی 1982 کراچی ہمدرد پریس ص136

(82 القرآن 39:22

(83 تصور ریاست اسلامی تعلیمات نبوی میں از جناب مولانا محمد مالک کاندھلوی 1982 کراچی ہمدرد پریس ص136

(84 ایضاً ص137

(85 ایضاً

(86 تصور ریاست اسلامی تعلیمات تعلیمات قرآنی کی روشنی میں از جسٹس (ریٹائرڈ) شیخ انوارالحق ص27، 1982، کراچی ہمدرد پریس

(87 خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ اسلام لاہور 2002، ص165

(88 ایضاً ص 166

اصولِ سیرت نگاری

﴿اصول سیرت نگاری پر پہلی مفصل وجامع کتاب جس میں سیرت النبی ﷺ
کی تعریف وتعارف اور سیرت نگاری کے ۲۵ اصول بیان کیے گئے ہیں﴾

مصنف

قیمت: 200/روپے

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

مکالمہ واتحاد المذاہب کی مذہبی بنیادیں

﴿امکانات، فوائد، تجاویز﴾

سیرت طیبہ ﷺ، اسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ

کے تناظر میں

مصنف:

قیمت: 200/روپے

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ